ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No. 3 2023

کلاسیکی غزل میں فوبیا کے عناصر

PHOBIAS IN CLASSICAL URDU GHAZAL

اقراامان اللہ

ایم فل سکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ڈاکٹر سمیرا اکبر

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:

Phobia is a psychological term. Phobia means "Fear" an extreme and irrational fear. It is a type of disorder that is affecting human life badly. There are hundred types of Phobia, Zeus phobia, Catoptric phobia, social phobia, Algo phobia, Penia phobia, Hydro phobia, Hemo phobia, venustra phobia and claustrophobia are some common phobias. Psychology and literature are two branches of knowledge that are interlinked and interrelated to each other. These phobias are often described in Urdu literature, especially in Classical Urdu Ghazal. There are many social, political, economic, reasons behind this. In this article Phobias in classical Urdu ghazal are presented.

Keywords: Psychology, Phobia, Literature, Classical, Urdu, Ghazal

حسن و عشق کے معاملے اور واردات کے علاوہ فارسی اور اردو کے عظیم غزل گو شعراء نے حیات و کائنات کے مسائل و موضوعات کو غزل میں جگہ دی ہے۔ علم وفلسفہ، اخلاق و مذہب، تہذیب و تمدن، جذبات و عمل اور شعور و لاشعور انسانی تخیل اور تخلیق کے لیے کھاد کا کام کرتے ہیں۔ تخلیق کار اپنے فن اور تخیل سے فطرت اور معاشرے کی اکائیوں کو بغور دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اور پھر انھیں لفظوں میں اس طرح ڈھالتا ہے کہ عام افراد جو کہ خود تخلیق کرنے سے قاصر ہوتے ہیں لیکن تخلیق کار کی تخلیق کا گہرائی سے جائزہ لے سکتے ہیں فن کار طبقہ معاشرے کا حساس طبقہ ہوتا ہے جو حساس موضوعات کو امر کر دیتا ہے ایسے موضوعات روایت کا حصہ بن جاتے ہیں۔

نفسیات اور اس سے متعلقہ مضامین اردو شاعری کے لیے بالکل نئے نہیں ہیں۔ کلاسیکی شعراء کے کلام سے لے کر دور جدید اور مابعد جدید شعراء کے کلام میں اس طرح کے مضامین کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ فوبیا (بے جا خوف، ترس ناکی) نفسیات کی اہم ترین اصطلاح، انسانی حیات سے جڑا جذبہ اور تہذیب خاص طور پر ہندوستانی تہذیب کا اہم حصہ ہے۔ "خوف" لفظ میں بڑی پُراسراریت ہے خوف سے خوف زدہ ہونا عام ہے لیکن اس میں ہراسانی پریشانی، اندیشہ، وسوسہ، وہم، کچھ ہو جانے یا اپنا کچھ کھو جانے کا خوف اور ڈر بھی شامل ہو جائے تو انسانی زندگی بہت متاثر ہوتی ہے۔ فوبیا (phobia) کا تعلق ضعفِ نفسی (psych asthenia) سے ہے ترسناکی (Phobias) یعنی ایسا خوف جس کی کوئی معقول وجہ نہ ہو۔ بعض لوگ تاریکی، کھلی جگہوں تاریکی خاص جانور سے ڈرتے ہیں۔ خوف کم و بیش ہر شخص میں پایا جاتا ہے مگر ضعف نفسی کے مریض پر یہ خوف اتنا مسلط ہوتا ہے کہ تمام زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔

لفظ "فوبیا" فوبوس (Phobus) سے ماخوذ ہے فوبوس یونانی اساطیر میں خوف اور گھبراہٹ کا دیوتا اور مجسمہ ہے۔ M king اپنی کتاب " Abnormal psychology" میں لکھتے ہیں کہ لفظ "فوبیا" ایک یونانی دیوتا "phobos " سے اخذ کیا گیا ہے یہ دیوتا اپنے مخالفوں اور دشمنوں پر خوف سے فتح حاصل کرتا ہے۔ اس لیے جو مریض بے جا خوف کا شکار ہو کر مختلف مسائل میں مبتلا ہوتے ان کے لیے یہ لف استعمال ہونا شروع ہو گیا۔"(1) نفسیات کی اصطلاح میں فوبیا کے لیے ترسناکی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ عام طور پر فوبیا کے معنی بے جا خوف یا ڈر کے لیے جاتے ہیں۔ خوف فوبیا میں اس وقت تبدیل ہوتا ہے جب فرد غیر متوازن ہو جاتا ہے حد سے زیادہ ماضی یا مستقبل کا سوچتا رہے۔ ماضی کے کسی واقعے کو لے کر مستقبل کے خوف میں مبتلا ہو جائے۔

ہندوستانی تہذیب میں چاہت اور محبت میں خود سپردگی کا جذبہ غالب رہتا ہے جس کی کوکھ سے بے جا خوف جنم لیتا ہے۔ ابتدائے غزل کے موضوعات حسن و عشق کے گرد گھومتے ہیں. کلاسیکی غزل میں اس موضوع سے متعلقہ خوف اور ترس ناکی، جیسے کسی کو پانے یا کھونے کا خوف، کسی کے ہو جانے پھر بچھڑنے کا خوف، محبوب کی خوشنودی یا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No. 3 2023

ناراضی کا خوف، عشق مجازی کی سلامتی، استقامت اور ٹوٹنے بکھرنے کا خوف یا عشق حقیقی میں اپنے رب کو ناراض کرنے کا خوف جیسے جذبات پر اشعار مل جاتے ہیں۔

ولی دکنی کو اردو غزل کے اولین غزل گو کا درجہ حاصل ہے۔ ولی دکنی کی غزل میں درج بالا اقسام کے خوف ملتے ہیں۔ خوفِ خدا(Zeusophobia) کا عنصر بھی ملتا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

اب جدائی نہ کر خدا سوں ڈر
بے وفائی نہ کر خدا سوں ڈر

مت تغافل کوں راہ دے اے شوخ
جگ ہنسائی نہ کر خدا ہوں ڈر

آرسی دیکھ کر نہ ہو مغرور
خود نمائی نہ کر خدا سوں ڈر(2)

ان اشعار میں (معاشرے یا رسوائی(Social phobia) اور بدنامی کا خوف(Catoptrophobia) آئینے کا خوف، شاعر اس خوف میں مبتلا ہے کہ اُس کا محبوب آئینہ میں اپنی خوب صورتی اور سراپا کو دیکھ کر مغرور ہو جائے گا اور پھر اُس کی طرف التفات نہیں کرے گا۔ پھر چوتھے شعر میں درد کا خوف(Algophobia) اور ساتھ ہی بے درد لوگوں سے آشنائی کا خوف موجود ہے وہ افراد جو کسی کا درد محسوس نہ کر سکیں دردِ دل سے واقف نہ ہوں کسی زخم کا مرہم نہ بن سکیں ایسے افراد کی آشنائی سے شاعر خدا کا خوف کھاتا ہے۔

غریبی کا خوف(Peniaphobia) انسان کو اپنی حیثیت و قار اور مرتبہ کھونے کے وہم میں مبتلا رکھتا ہے ولی دکنی کے دور میں بھی غربت، تنگ دستی ایک ایسا خوف بن کر رہی ہے جو خوشیوں اور عزت کا خاتمہ کر دیتی ہے ولی کے کلیات سے شعر دیکھیے:

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے(3)

کچھ اور اشعار ملاحظہ ہوں:

گرمی سوں تری طبع کی ڈرتے ہیں سیہ بخت
غصے سوں کڑکنا ترا بجلی کی کڑک ہے(4)

جب اس کی طرف جاتا ہوں کر قصدِ تماشا
کہتا ہے مجھے خوف رقیباں سوں کہ جا جا(5)

کلاسیکی غزل میں محبت کی ایک مثلث ملتی ہے۔ جہاں رقیب کا خوف فطری جذبہ بن جاتا ہے پھر معاشرے اور بدنامی کا خوف بھی لاحق رہتا ہے۔ بہار کی آمد کا خوف،

مغربی سائنس یا ادب ونفسیات کا کوئی مخصوص قرینا نہیں ہے مگر اردو شاعر میں خاص طور پر غزل کا ایک پُر اثر اور اہم ترین باب رہا ہے اس کی وجہ جغرافیائی حالات وواقعات اور تہذیب ہو سکتی ہے۔ بہار خوشی اور رونق کی علامت ہے جب کہ محب، ہجر و فراق کے لمحات سے گزر رہا ہو تو ایسے میں بہار کی آمد اُس کے زخموں پر نمک پاشی کا کام کرتی ہے۔ مرزا مظہر جان جاناں کے اشعار ملاحظہ کیجیے:

الٰہی مت کسو کے پیش رنج وانتظار آوے
ہمارا حال دیکھنے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

ہم گرفتاروں کو اب کیا کام ہے گلشن میں لیک
جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں آتی ہے بہار(6)

یہی مضمون میر عبدالحہ تابان(1749 - 1715) کے ہاں کچھ یوں ملتا ہے:

پھر بہار آئی ہے دیوانے کی تدبیر کرو
بے خبر کیا ہو شتابی اسے زنجیر کرو(7)

میر تقی میر(1810 - 1773)اس خوف کو یوں بیان کرتے ہیں:

کچھ کرو فکر مجھ دوانے کی
دھوم ہے پھر بہار آنے کی(8)

میر تقی میر کے مطالعہ حیات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے کہ میر نے زندگی میں کس قدر غم والم اور معاشرے میں کیسے کیسے کرب وبلا دیکھے۔ اپنی ذات کے دکھ اور پھر دو بار دلی کی بربادی نے میر کی نفسیات پر گہرے اثرات چھوڑے(1739ء) میں دلی پر نادر شاہ نے حملہ کیا تو مغل بادشاہوں کی کمزوری اور بے بسی نے دلی کو لرزتی کھڑاتی عمارت کی سی تصویر بنا دیا جو کہ 1757ء میں احمد شاہ ابدالی کے حملے سے زمین بوس ہو گئی۔ قتل وغارت، افلاس، ہجرت، دربدری اور خوف وہراس معاشرے میں پھیل گئے۔

اس روے بر فروختہ سے جی ڈرے ہے میر
یہ آگ جا لگے گی کسو دودماں کے بیچ(9)

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا اپنی تصنیف "اردو غزل" میں لکھتے ہیں:

"میر کے ہاں جذبے کی گہرائی بے مثال ہے، لفظوں کے استعمال پر انھیں متحیر کرنے والا عبور ہے۔ اپنی ذات کے حوالے سے انسانی نفسیات کی عکاسی جیسی ان کے ہاں پائی جاتی ہے کسی دوسرے اردو شاعر کے ہاں نظر نہیں آتی اور اپنے عہد کے اجتماعی دکھ سکھ کا اظہار جیسا انھوں نے کیا ہے اس میں ان کا کوئی حریف نہیں ہے۔"(10)

بند جگہوں(claustrophobia)اور تنہائی کا خوف(Autophobia)میر کا دشمن جاں ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No. 3 2023

جان گھبراتی ہے اندوہ سے تن میں کیا کیا
تنگ احوال ہے اس یوسف زندانی کا (11)

ہم تو اسیر کنج قفس ہو کے مر چلے
اے اشتیاق سیر چمن تیری کیا خبر (12)

معاشرے کا خوف، جذبات کے اظہار کا خوف، ہجوم یا محفل میں نظروں کا خوف، رسوائی، بدنامی، عزت کے جانے کا خوف میر کے اشعار میں بہ کثرت ملتا ہے۔اشعار ملاحظہ کیجیے:

رات مجلس میں تیری ہم بھی کھڑے تھے چپکے
جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ (13)

میں حیا والا ہوا رسوائے عالم عشق میں
آنکھ میری اس سبب لوگوں سے شرماتی ہے میاں (14)

ہے ضبط عشق مشکل ہوتا نہیں کسو سے
ڈر میر بھی ہو اس کا اظہار گاہ باشد (15)

میر کے ہاں ایک اور خوف آئینے کا خوف جسے Catotrophobia کہتے ہیں بھی موجود ہے:

سامنے ہے وہ آئینہ پر آنکھ نہیں کھل سکتی ہے
دل تنگی سے رکے ہے دم کیا کہیے صورت کیا ہے آج (16)

میر صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار (17)

میر خود دار اور غیرت مند تھا، لوگوں کی نظروں اور زمانے کی رسوائی کے خوف سے اپنی خواہش کے برعکس زندگی گزار رہی۔" دستار" ہندوستانی معاشرے میں عزت اور غیرت کی علامت ہے جس کی حفاظت کے لیے خواہش تو کیا گردن کٹوا دینا بھی معمولی سمجھا جاتا ہے۔میر نے چوں کہ خود کو سادات کہا ہے تو عزت سادات کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے احتیاط ضروری ہے جو میر کے خوف کا باعث بنی۔

مرزا محمد رفیع الدین سودا(1713-1781)اٹھارویں صدی کے عظیم شاعر اور میر تقی میر کے ہم عصر تھے۔میر اور سودا دونوں نے دلی کی شکست وریخت کا زمانہ دیکھا جس نے

فوبیا، گھبراہٹ، غم والم کو جنم دیا، لاکھوں انسانوں نے جان کھوئی جو بچ رہے وہ افلاس اور ہجرت کے ستائے نئی سرزمین نئے نظام اور تبدیلی کے خوف میں مبتلا ہوئے۔ سودا اِن حالات اور اپنے دلی خوف کو یوں قلم بند کرتے ہیں:

جو بچے سو ہی غنیمت پہنچ اے خانہ خراب
ورنہ سب اہل گلستان کا چمن میں خون ہے[18]

شعر میں معاشرے (Social phobia) یا معاشرتی حالات کا خوف (Thanatophobia) موت کے خوف (Hemophobia) خون سے خوف زدہ معاشرے کی عکاسی ہے۔ دلی سے ہجرت کر کے شعراء لکھنو اور فیض آباد پہنچے تو اپنے مزاج کے متضاد روایات اور لکھنوی تہذیب جو دلی تہذیب سے مختلف تھی کا سامنا کرنا پڑا تو اجنبیت کا احساس ہوا۔ ترس ناکی کے ان جذبات کو سودا یوں بیان کرتے ہیں:

اے نسیم سحری مہر و مروت سے دور
بے نہایت نظر آیا یہ گلستان مج کو[19]

زمانے کو بھلا سودا کوئی کسی طرح پہچانے
کہ اس ظالم کی کچھ سے کچھ ہے ہر اک آن میں صورت[20]

(metates co phobia) تبدیلی اگر ان حالات میں ہو جو میر و سودا نے دیکھے تو ایک خوف اور ترس ناکی بن کر دل میں گھر کر جاتی ہے یہ فوبیا کی پیچیدہ اقسام ہیں۔ معاشرتی حالات کے بعد اپنی ذاتی زندگی اور ذاتی جذبات و احساسات کا اتار چڑھاؤ مخصوص یا سادہ فوبیاز کو جنم دیتا ہے جس سے ہر انسان کا واسطہ پڑتا ہے لیکن شعرا یا فن کار اپنی فن کاری سے اس کا اظہار چاہتے ہیں۔ کلاسیکی شاعری کی خاص پہچان حسن و عشق کا بیان ہے اور سودا کی غزل اِس سے عاری نہیں ہے۔ خوب صورت و حسین عورتوں سے خوف (venustra phobia) کے جذبات تو سودا کس عمدگی سے بیان کرتے ہیں دیکھیے:

جادو بھریں ہیں چشم میں مت آئینے کو دیکھ
دھڑ کے ہے دل مرا کہ نہ پلٹے نظر کہیں[21]

سودا تجھے کہتا ہوں نہ خوباں سے مل اتنا
تو اپنا غریب عاجز و دل بیچنے والا[22]

رقیب یا Anthrophobia کلاسیکی شاعری کا نمایاں وصف ہے،

رات ملا تھا مجھے تنہا رقیب
یار خدا کا ہی میں ڈر کر گیا[23]

خواجہ میر درد(1721-1785) کے ہاں (Zeusophobia) یا خوف خدا کے کچھ رنگ ملاحظہ ہوں:

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبادت ہے تیرے جینے سے[24]

زندگی، زندہ دلی کا نام ہے لیکن معاشرتی حالات، انسانوں کے رویوں یا ظلم و ستم سے دل مایوسی، غم والم، کرب وبلا ناکامیوں، بے چینی، گھبراہٹ اور ترس تاکی یا خوف کی آماجگاہ بن جاتا ہے ایسے میں دل اپنے افعال درستی سے نہیں کر پاتا اور انسان کے لیے نارمل زندگی جینا ممکن نہیں رہتا خواجہ میر درد نے درج بالا اشعار میں اسی خوف اور وسوسے کو بیان کیا ہے۔انسانوں کا، معاشرے کا خوف انسان کو دنیا کی رنگ و محفل سے دور ویرانوں اور تنہائی کا اسیر بنا دیتا ہے خواجہ میر درد چوں کہ صوفی شاعر بھی تھے تصوف ان کی غزل کا خاص پہلو ہے جس میں خوف خدا کا ذکر ملتا رہتا ہے۔

ہے خوف اگر جی میں تو ہے تیرے غضب سے
اور دل میں بھروسا ہے تو ہے تیرے کرم کا[25]

آنسوؤں کا خوف(Dakru phobia)یا جذبات یا ان کے اظہار کا خوف(Animato phobia)،خواجہ میر درد کے شعر میں ملتا ہے:

آئے آنسو نہ آوے کچھ دل کی بات منہ پر
لڑکے ہو تم کہیں مت افشائے راز کرنا[26]

اپنے جذبات کو دبانے کی بہت کی وجوہات ہوتی ہے اور آنسو انسان کے لیے مسائل کا باعث بن سکتے ہیں جس سے فرد ان فوبیاز میں گرفتار ہو جاتا ہے ان کے پیچھے کہیں۔نہ کہیں معاشرے کا خوف پوشیدہ ہوتا ہےsocialphobinیا ایسا خوف ہے جو کئی فوبیاز کو جنم دیتا ہے

غلام میر حسن(1717-1786)خاص مثنوی کے شاعر ہیں لیکن غزل بھی خوب کہتے ہیں میر حسن نے زمانہ دیکھا زمانے کے طور واطوار دیکھے، دنیا، معاشرے اور انسانوں کا خوف اُن کے دل میں پیدا ہو گیا اس خوف کو میر حسن نصیحت کے پردے میں یوں ظاہر کرتے ہیں:

دنیا ہے سنبھل کے دل لگانا
یاں لوگ عجب عجب ملیں گے[27]

میں تو اُس ڈر سے کچھ نہیں کہتا
تو مبادا اداس ہو جاوے[28]

نظیر اکبر آبادی(1735 - 1847) ں ظم کے ساتھ ساتھ غزل کے بھی عمدہ شاعر تھے ان کا مخصوص طرزِ بیاں غزل کا بھی خاصا ہے۔ نظیر نے غزل کے ساتھ بے تکلفی روا رکھی ہے نظیر کی شخصیت بڑی رنگا رنگ ہے ان کی شاعری میں تنوع اور دل کشی ہے نظیر کسی کمپلیکس سے مبرا ہیں اس کے باوجود رسوائی یا معاشرے کا خوف ایسا ہے جو افراد کے دل میں کہیں نہ کہیں جگہ بنا لیتا ہے نظیر اس خوف کو یوں بیان کرتے ہیں:

اے چشم جو یہ اشک تو پھر لاتی ہے کمبخت
اس میں تو سرا سر مری رسوائی ہے کمبخت(29)

بندے کے قلم ہاتھ میں ہوتا تو غضب ہوتا
صد شکر کہ ہے کاتب تقدیر کوئی اور(30)

نظیر کی تمام شاعری انسان کے معاشرے میں رہن سہن کے طریقے کو بیان کرتی ہے وہ انسان کے ہر پہلو پر نظر رکھے ہوئے ہے جسے وہ نچلے طبقے تک جا کر دیکھتا ہے نظر لفظوں کے ساتھ کھیلنے کا ماہر ہے نظیر نے انسانی فطرت، کیفیات، نفسیات، سماجی معاملات انسانی حالتوں اور ان گنت معاملات کو موضوع بنایا۔

مرزا اسد اللہ خان غالب(1797-1869) اردو غزل کی آبرو ہیں ان کی غزل میں کئی فوبیاز ملتے ہیں۔ یونانی دیومالا کی تاریخ و اساطیر میں الہامی دیوانگی Divine madness کا تصور ملتا ہے۔ یونانی اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ کہ فنون لطیفہ دیوتاؤں، دیویوں اور فرشتوں کی دین ہے انھوں نے مختلف خداؤں کو مختلف صفات دے رکھی تھیں۔ یونانی اساطیر میں اپولو مستقبل کے علم کا خدا تھا. ایروس محبت کا دیوتا اور میوس Muse شاعری کی دیوی تھی جو شاعروں کو شعر و نغمہ کے تحفے عطا کرتی تھی ان کا خیال تھا کہ شاعر کے الفاظ خدا کے الفاظ ہوتے ہیں غالب اس تصور سے متفق نظر آتے ہیں:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں
غالب صریر خامہ، نوائے سروش ہے(31)

غالب، میر و سودا کے دور میں دہلی پر پڑنے والی افتاد کے اثرات سے بہ خوبی واقف تھا پھر ۱۸۵۷ء کے عظیم انتشار کے عینی شاہد تھے ایسے میں گردش مدام سے گھبرا جانا اور دل کو کھٹکا لگے رہنا فطری ہے۔(Thanatophobia) اور (Aerophobia) کو غالب اپنے شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اُڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا(32)

کیوں اندھیری ہے شب غم، ہے بلاؤں کا نزول
آج اُدھر ہی کو رہے گا دیدۂ اختر کھلا(33)

گردش رنگ طرب سے ڈر ہے
غم محرومیٔ جاوید نہیں (34)

(ophiliophobia) اور (sticphobia) یعنی مو سانپ اور سایے سے خوف زدہ ہونا مخصوص اور سادہ فوبیا ہے۔ غالب اسے یوں بیان کرتے ہیں:

باغ، پا کر خفقانی، یہ ڈراتا ہے مجھے

سایۂ شاخِ گل افعی نظر آتا ہے مجھے(35)

(Aqua / Hydrophobia)پانی سے خوف اور آئینے سے خوف کی مثال دیکھیے:

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد
ڈرتا ہوں آئنے ہے کہ مردم گزیدہ ہوں(36)

غالب اگرچہ خوش اخلاق انسان تھے جن کی طبیعت میں ظرافت بدرجہ غایت پائی جاتی تھی لیکن تلخی ایام، ستم ہائے روزگار، ناقدری زمانہ نے غالب کی نفسیات کو تیز کیا۔ غالب کسی حد تک خبط عظمت(Paranoia)کا شکار نظر آتے ہیں انھیں لگتا ہے کہ لوگ انھیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں غالب خود کو بڑا آدمی یا شاعر سمجھتے تھے یا نہیں، ہاں اور ناں میں کئی اشعار مل سکتے ہیں لیکن انھیں معاشرے یا انسانوں سے خوف ضرور تھا جن سے وہ دور چلے جانا چاہتے تھے، معاشرتی زندگی سے فرار اختیار کر لینا چاہتے تھے اس کی کچھ مثالیں دیکھیے:

یارب! زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے؟
لوحِ جہاں پہ حرف مکرر نہیں ہوں میں(37)

بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو(38)

لیکن غالب اپنی گھبراہٹ، ترس ناکی اور بے چینی کا مکمل جواز پیش کرتے ہیں:

کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں، پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں(39)

ایک دل ہو اور صدمے ہزار، تو ایسے میں واہموں کا شکار ہو جانا فطری ہے۔

داغ دہلوی(1831-1905) کلاسیکی اردو غزل کی روایت کی آخری کڑی اور دلی کی دم توڑتی تہذیب کے پروردہ ہیں داغ کی شاعری میں خوف و ہراس، ناامیدی، افسردگی، یاس و حسرت کے عناصر خال خال ہیں کیوں کہ داغ کی پرورش اور تربیت لال قلعہ میں ہوئی جس کا ماحول عیش و نشاط میں ڈوبا ہوا تھا۔ شہزادوں کی طرح داغ نے بھی فنون لطیفہ میں تربیت لی شاعری ان کے اظہار کا وسیلہ بن گئی ان کے ہاں ایسے اشعار کا فقدان ہے جن میں خوف، پریشانی یا دپچھتاوے کا اظہار ہو لیکن ناپید نہیں۔

مجھ کو دھڑکا ہے کہیں قطع تعلق نہ کریں

اب جو ہر بات پر تکرار وہ کم کرتے ہیں[40]

لپٹ جاتے ہیں وہ بجلی کے ڈر سے
الٰہی یہ گھٹا دو دن تو برسے[41]

(Astraphobia) بجلی کی چمک یا بادل کی گرج کے خوف کا بیان موجود ہے۔یوں کلاسیکی شاعری میں ہمیں کئی طرح کے فوبیاز کثرت سے نظر آتے ہیں۔ان فوبیاز کی کئی انفرادی واجتماعی وجوہات ہو سکتی ہیں جو الگ سے ایک بحث طلب مضمون ہے۔کلاسیکی اُردو غزل جس دور میں پروان چڑھی اس میں ہندوستان کے سیاسی حالات اچھے نہ تھے۔بیرونی حملہ آوروں کے ساتھ ساتھ اندرونی خلفشار سے طوائف الملوکی کی صورتحال تھی، جس سے شاعر وادیب، جو بہت حساس طبیعت کے مالک ہوتے ہیں بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ایسے حالات میں بہت سے خوف اور ڈر ہر طرف پھیلے ہوئے ملتے ہیں جس میں خدا کے خوف سے لیکر بہت سے سماجی، معاشرتی، جمالیاتی اور معاشی خوف شامل ہیں اور یہ سارے فوبیاز کلاسیکی اردو غزل میں جابجا دکھائی دیتے ہیں۔

حوالہ جات

1. Ann. M. Kring, Abnormal psychology, 11th Ed, pg:140

2۔ نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر، (مرتبہ) کلیات ولی، لکھنؤ: نظامی پریس، ۱۹۸۲ء، ص:۱۴۵

3۔ ایضاً، ص:

4۔ ایضاً، ص:

5۔ ایضاً، ص:

6۔ یوسف حسین خان، ڈاکٹر، اردو غزل، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۱۹۵۲ء، ص:۳۲۱

7۔ ایضاً، ص:۳۲۴

8۔ میر تقی میر، کلیات میر، (ترتیب) یوسف مثالی، لاہور: آر آر پرنٹرز، ۲۰۱۲، ص:۳۵۸

9۔ ایضاً، ص:۵۱۳

10۔ خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، اردو غزل، لاہور: سنگت پبلشرز، ، ص:۲۱

11۔ میر تقی میر، کلیات میر، یوسف مثالی (ترتیب)، لاہور: آر آر پرنٹرز، ، ص:۱۲

12۔ ایضاً، ص:

13۔ ایضاً، ص:

14۔ ایضاً، ص:

15۔ ایضاً، ص:

16۔ ایضاً، ص:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No. 3 2023

17۔ ایضاً،ص:

18۔ شارب ردولوی،ڈاکٹر(مرتبہ)،انتخاب غزلیات سودا،دہلی:اردواکادمی،۱۹۹۲،ص:۱۴۲

19۔ ایضاً،ص:

20۔ ایضاً،ص:

21۔ یوسف حسین خان،ڈاکٹر،اردوغزل،لاہور:القمرانٹرپرائزز، ،ص:

22۔ شارب ردولوی،ڈاکٹر(مرتبہ)انتخاب غزلیات سودا،دہلی:اردواکادمی، ،ص:

23۔ ایضاً،ص:

24۔ میر درد،دیوان اردو حضرت خواجہ میر درد،دہلی:در مطبع انصاری، ،ص:

25۔ ایضاً،ص:

26۔ ایضاً،ص:

27۔ میر حسن،دیوان میر حسن،لکھنو: مطبوعات منشی نول کشور،۱۹۱۲،ص:۱۴۹۳

28۔ ایضاً،ص:۱۰۴

29۔ https://www.rekhta.org

30۔ https://www.rekhta.org

31۔ اسداللہ خاں غالب،دیوان غالب،(ترتیب)مولاناغلام رسول،لاہور:علمی پرنٹنگ پریس،۱۹۷ء،ص:

32۔ ایضاً،ص:

33۔ ایضاً،ص:

34۔ ایضاً،ص:

35۔ ایضاً،ص:

36۔ ایضاً،ص:

37۔ ایضاً،ص:

38۔ ایضاً،ص:

39۔ ایضاً،ص:

40۔ قمر جمالی،داغ کی شاعری میں خوف کی جمالیات(مضمون)،قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،(مرتبہ:ڈاکٹر شارب ردولوی)،انتخاب غزلیات سودا،دہلی:اردواکادمی، ،ص:

41۔ https://www.rekhta.org